

## استفتاء بسلسلہ ”شوال کے چھ روزے“

مولانا مفتی عبدالرؤف الغزنوی

استاذ حدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن

سلام مسنون!

عرض خدمت یہ ہے کہ آپ نے عید کے دن شوال کے چھ روزوں کی اہمیت و افادیت بیان فرمائی اور دیگر علمائے کرام بھی بیان کرتے رہتے ہیں البتہ ایک اور حضرت مولانا صاحب اپنی زبانی تقریر میں منع کرتے رہتے ہیں اور ان روزوں کو مکروہ بتاتے ہیں اور اب انہوں نے ایک فتویٰ بھی صادر فرمایا ہے جس میں ان روزوں کو مکروہ لکھا ہے چنانچہ عوام الناس میں اس سلسلہ میں کافی چھ گویاں ہو رہی ہیں ابو وہ شش و پنج اور کشمکش میں مبتلا ہیں آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت فرماتے ہوئے جناب مولانا موصوف صاحب کے فتوے کا جواب تحریر فرمائیں یا پھر ان کے فتوے کو درست قرار دے کر اپنے قول سے رجوع فرمائیں۔ مولانا موصوف صاحب کے فتوے کا متن ملاحظہ فرمائیں :

”شوال کے چھ روزے مذہب حنفی میں مکروہ ہیں چنانچہ فتاویٰ

عالمگیری میں ہے :

ویکرہ صوم سنة من شوال عند ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ  
متفرقا او متتابعاً وعن ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کراہتہ  
متتابعاً لا متفرقاً لکن عامة المناخرین لم یرواہ باسلاً -

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ - ص ۲۰۱)

وایضاً فی البحر الرائق ج ۲ ص ۲۵۸

اور لفظ باس خلاف اولیٰ کے لئے آتا ہے اس سے کوئی امر مستحب ثابت نہیں ہوتا چنانچہ فتاویٰ شامی میں ہے : "مطلب کلمۃ لا باس دلیل علی ان المستحب غیرہ لان الباس الشدظہ"۔ فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۶۵۸

اور فتح القدیر میں ہے :

"ووجه الكراهة انه قد يفضى الى اعتقاد لزومها من العوام لكثرة المداومة ولذا سمعنا من يقول يوم الفطر الى الآن لم يات عيدنا او نحوه فاما عند الامن من ذالك فلا باس لورود الحديث بعد (فتح القدیر ج ۲ ص ۲۷۲)

اس زمانے میں عوام نے ان کو ضروری سمجھا ہے اس لئے ان پر عمل کرنا منع ہے۔ جیسا کہ فتح القدیر کی عبارت سے معلوم ہوا اور موطا امام مالک میں ہے :

"قال يحيى سمعت مالكا يقول فى صيام سنة ايام بعد الفطر من رمضان انه لم ير احدا من اهل العلم والفقہ يصومها ولم يبلغنى ذلك من احد من السلف وان اهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته وان يلحق برمضان ما ليس منه اهل الجهالة والجفاء لو راوا فى ذلك رخصة عند اهل العلم وراوهم يعملون ذالك" (موطا امام مالک ص ۲۵۶)

باقی رہا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث جو ترمذی ج ۱ ص ۵۸ مسلم ج ۱ ص ۳۶۹ میں ہے :

"عن ابی ایوب الانصارى قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صام رمضان ثم اتبعه ستة من شوال فذاك صيام الدهر۔" واضح رہے کہ کسی مسئلہ کا صرف روایات میں آنا کافی نہیں

ہے بلکہ اس میں فقہا اور مجتہدین کا عمل ضروری ہے تو شوال کے چھ روزے پر فقہا اور مجتہدین کا عمل نہیں رہا ہے، امام مالکؒ مدینہ منورہ کے امام ہیں وہ خود فرماتے ہیں میں نے کسی فقیہ اور مجتہد کو نہیں دیکھا کہ وہ شوال کے چھ روزے رکھے اور نہ سلف صالحین سے ثابت ہیں جب مجتہدین اور فقہا اور سلف صالحین کا عمل نہیں رہا ہے لہذا بعد کے آنے والوں کو ان پر عمل کرنا منع ہے۔ واللہ اعلم بالصواب“

نوٹ : برائے احتیاط مولانا کے فتوے کی فوٹو کاپی بھی سوال حذا کے ساتھ منسلک ہے۔

لفظ والسلام عاجز بندہ حافظ محمد سمیر القریشی گلشن اقبال I-D، 13 کراچی

### الجواب وباللہ التوفیق وعلیہ التکلیل

شوال کے چھ روزوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی صحیح سند کے ساتھ حدیث کی مستند کتابوں میں موجود ہے :

عن ابی ایوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
قال من صام رمضان ثم اتبعه سنا من شوال فذاک صیام  
الدھر۔ (رواہ الجماعة الا البجاری والتسانی۔ نیل الاوطار ۴-۱۲۰)

(اعلاؤ السنن ص ۷۷ الجزء ۹)

ترجمہ : ”یعنی جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ ہمیشہ (یعنی پورے سال) کے روزے شمار ہوں گے۔“

اس حدیث کو امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ سب نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، فقہ حنفی کی معتبر کتابوں نے بھی ان روزوں کو مستحب اور سنت قرار دیا ہے، چنانچہ صاحب تنویر الابصار اور صاحب الدر المختار لکھتے ہیں :

وندب تفریق صوم الست من شوال) ولا یکرہ

التتابع علی المختار خلافا للثانی۔ حاوی۔  
والاتباع المکروه ان یصوم الفطر وخمسۃ بعده فلو  
افطر الفطر لم یکره بل یستحب ویسن۔ ابن کمال  
علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بھی الدر المختار کی مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے  
ہوئے مختلف کتابوں کے حوالہ سے حنفی مذہب میں رائج اور مختار قول کے مطابق ان  
روزوں کو ثابت کر دیا ہے، اور اخیر میں علامہ قاسم ابن قلوبغا کے ایک رسالہ کا  
حوالہ دیتے ہوئے جن لوگوں نے ان روزوں کو مطلقاً کراہت کو امام ابو حنیفہؒ کی  
طرف منسوب کیا ہے ان لوگوں کے دعوے کو جھوٹا اور بلا دلیل قرار دیا ہے، ملاحظہ  
ہو فتاویٰ شامی کی مندرجہ ذیل پوری عبارت :

قال صاحب الهدایة فی کتابہ التجنیس ان صوم  
الستۃ بعد الفطر منهم من کرهه والمختار انه لا بأس به  
لان الکراهۃ انما کانت لانه لا یؤتمن من ان یعد ذلک  
من رمضان فیکون تشبها بالنصاری والان زال ذلک  
المعنی اهـ ومثله فی کتاب النوازل لابی اللیث  
والواقعات للحسام الشہید والمحیط البرہانی  
والذخیرۃ، وفی الغایۃ عن الحسن ابن زیاد انه کان  
لا یری بصومها باسا ویقول کفی بیوم الفطر مفرقا  
بینہن وبین رمضان اهـ وفیہا ایضا عامۃ المتأخرین  
لم یروا به باسا، واختلفوا هل الافضل التفریق او  
التتابع اهـ وفی الحقائق صومها متصلا بیوم الفطر  
یکره عند مالک وعندنا لا یکره وان اختلف مشایخنا  
فی الافضل وعن ابی یوسف انه کرهه متتابعاً  
والمختار لا بأس به اهـ وفی الوافی والکافی  
والمصنفی یکره عند مالک وعندنا لا یکره، وتما ذلک

فی رسالة تحرير الاقوال فى صوم الست من شوال  
للعلامة قاسم وقد رد فيها على ما فى منظومة التبانى  
وشرحها من عز والكراهة مطلقا الى ابى حنيفة وانه  
الاصح بانه على غير رواية الاصول وانه صحيح ما لم  
يسبقه احد الى تصحيحه وانه صحيح الضعيف وعمد الى  
تعطيل ما فيه الثواب الجزيل بدعوى كاذبة بلا دليل ثم  
ساق كثيرا من نصوص كتب المذهب فراجعها

فانهم"۔ (الدر المختار مع حاشية رد المختار ص ۱۳۶ ج ۲ رشیدیہ کوئٹہ)

سوال کے ساتھ منسلک ایک محترم جناب مولانا صاحب کے فتویٰ میں فتاویٰ  
عالمگیری اور البحر الرائق کے حوالہ سے جو ان روزوں کو مکروہ کہا گیا ہے، افسوس یہ  
ہے کہ انہوں نے فتاویٰ عالمگیری کی آدمی عبارت کو نقل کر کے استدلال فرمایا ہے،  
کاش وہ بعد والی عبارت بھی پڑھ لیتے جس میں اصح قول کے مطابق کراہت کو مسترد  
قرار دے کر استحباب کو ثابت کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری کی عبارت :

وبكره صوم ستة من شوال عند ابى حنيفة رحمه  
الله تعالى متفرقا كان او متتابعاً وعن ابى يوسف  
كراهته متتابعاً لا متفرقاً لكن عامة المتأخرين لم  
يروا به باسا۔

(یہاں تک مذکورہ فتویٰ میں عبارت درج ہے، اور آگے متصلاً مندرجہ ذیل  
عبارت ہے جس کو فتویٰ میں شامل کرنے کی زحمت نہیں کی گئی ہے)

والاصح انه لا باس به كذا فى محيط السرخسى۔  
وتستحب السنة متفرقة كل اسبوع يومان كذا فى  
الظهيرية"۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۲۰۱ ج ۱)

پھر آگے جناب مولانا صاحب نے "لاباس" کے کلمہ پر گفتگو کرتے ہوئے  
فتاویٰ شامی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ "لاباس" خلاف اولیٰ کے لئے استعمال

ہوتا ہے۔ کاش مولانا فتاویٰ شامی کے اس غیر متعلقہ مقام کے بجائے خود وہ مقام مطالعہ فرماتے جہاں علامہ شامی نے سوال کے چھ روزوں کا مسئلہ مستقلاً ذکر کیا ہے جس کا حوالہ اور پوری عبارت اوپر درج ہے، اور اگر غیر متعلقہ مقام کو دیکھنا ہی تھا تو پھر ذرا اور آگے دوسرے مقام پر علامہ شامی کی مندرجہ ذیل عبارت ”کلمۃ لا باس قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجهاد“۔ (رد المحتار ص ۶۲۱ ج اول۔ رشیدیہ کوئٹہ) کا مطالعہ فرما کر اس نتیجہ پر پہنچ جاتے کہ کلمہ ”لا باس“ مندوب و مستحب کیلئے بھی سیاق و سباق کی مناسبت سے استعمال ہوتا ہے اور زیر بحث مسئلہ میں سیاق و سباق کی مناسبت سے استحباب ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مولانا کے فتویٰ میں فتح القدر کی عبارت بھی ناقص نقل کی گئی ہے، چنانچہ انہوں نے کراہت پر استدلال کرتے ہوئے ”ووجه الکراہۃ“ سے اخیر تک فتح القدر کی عبارت نقل کی ہے، اور اس سے قبل وہ عبارت جو عامۃ المشائخ کے نزدیک ثبوت و استحباب پر دلالت کرتی ہے اس کو قلمبند نہیں فرمایا ہے، اور وہ عبارت یہ ہے :

وعامة المشائخ لم يروا به باسا، واختلفوا فقليل  
الافضل وصلها بيوم الفطر، وقيل بل تفريقها في  
الشهر، وجه الجواز انه قد وقع الفصل بيوم الفطر فلم  
يلزم التشبه باهل الكتاب۔

(فتح القدر ص ۳۴۹ ج ۲۔ معلق البانی۔ مصر)

اور یہ کہنا کہ اس زمانہ میں عوام نے اس کو ضروری سمجھا ہے اس لئے ان پر عمل کرنا منع ہے یہ بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ آج کل کوئی بھی ان روزوں کو فرض یا واجب نہیں سمجھتا، خواص کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، عوام کو جب بھی ان روزوں کی ترغیب دی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ روزے فرض یا واجب نہیں ہیں، محض مستحب اور باعث ثواب ہیں، اور رہا یہ کہ امام مالک

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطا میں ان روزوں کو منع کیا ہے، اور اہل علم کے نزدیک مکروہ قرار دیا ہے، تو اس کے بارہ میں عرض یہ ہے کہ ایک صحیح حدیث کی موجودگی میں جس کو جمہور امت نے قدیمًا و حدیثًا تسلیم کیا ہو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو جو کسی بھی مرفوع روایت سے مؤید بھی نہیں ہے ترجیح دینا اصول کے خلاف ہے، اور جو لوگ مسلک مالکی بھی نہ ہوں، ان کا یہ کام انجام دینا تو باعث حیرت بھی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ امام مالک علیہ الرحمہ نے بھی مطلقاً منع نہیں فرمایا ہے بلکہ ان روزوں کو فرض یا ضروری قرار دینے کو منع فرمایا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ خود مالکی مذہب سے تعلق رکھنے والے اہل علم نے بھی امام مالک علیہ الرحمہ کے اس قول کی بنیاد پر مذکورہ صحیح و صریح مرفوع حدیث کو ناقابل عمل نہیں سمجھا ہے، بلکہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول کی صحیح تاویلیں پیش کی ہیں!

مشہور مالکی فقیہ و محدث علامہ ابن عبد البر تیس جلدوں پر مشتمل اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الاستذکار“ (جو موطا امام مالک کی شرح ہے) میں شوال کے چھ روزوں کی اہمیت مذکورہ حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کے متعلق لکھتے ہیں کہ ”: امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ روزے ان شاء اللہ مکروہ نہیں ہوں گے، ہاں! ان روزوں کو فرض قرار دینا منع کرتے ہیں، ملاحظہ ہو علامہ ابن عبد البر کی عبارت :

واما صیام الستة من شوال علی طلب الفضل  
وعلی التاویل الذی جاء به ثوبان۔ رضی اللہ عنہ فان  
مالکا لا یکرہ ذلک ان شاء اللہ لان الصوم جنة وفضله  
معلوم لمن رد طعامه وشرابه وشهوته لله تعالیٰ، وهو عمل  
بر وخیر، وقد قال الله تعالیٰ عز وجل ”وافعلوا  
الخير“ (الحج۔ ۷۷) ومالک لا یجهل شیئا من هذا، ولم

يكره من ذلك الا ما خافه على اهل الجهالة والجفاء  
اذا استمر ذلك وخشى ان يعدوه من فرائض الصيام  
مضافا الى رمضان وما اظن مالكا جهل الحديث  
والله اعلم لانه حديث مدني انفرد به عمر بن ثابت وقد  
قيل انه روى عنه مالك ولولا علمه به ما انكره واظن  
الشيخ عمر بن ثابت لم يكن عنده ممن يعتمد عليه  
وقد ترك مالك الاحتجاج ببعض ما رواه عن بعض  
شيوخه اذا لم يثق بحفظه ببعض ما رواه وقد يمكن ان  
يكون جهل الحديث ولو علمه لقال به والله اعلم۔

(الاستذكار ص ۲۵۹ ج ۱۰)

اسی طرح مشہور حنفی فقیہ ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”  
بدائع الصنائع“ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے  
قول کو ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ مکروہ صورت وہ ہے کہ عید کے دن بھی روزہ رکھا  
جائے اور بعد میں پانچ اور روزے رکھے جائیں اور اگر عید کے دن چھوڑ کر اس کے  
بعد چھ روزے رکھے تو یہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب اور سنت ہیں۔

والا تبا ع المكروه هو ان يصوم يوم الفطر ويصوم  
بعده خمسة ايام فاما اذا فطر يوم العيد ثم صام بعده ستة  
ايام فليس بمكروه بل هو مستحب وسنة۔

(بدائع الصنائع ص ۷۸ ج ۲۔ دار الکتب۔ بیروت)

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب ”اعلاء السنن  
ص ۱۷۷ الجزء ۹“ میں ان چھ روزوں کو مستحب قرار دیتے ہوئے ایک باب ”باب  
استحباب صيام ستة من شوال“ قائم کر کے مذکورہ حدیث کو ذکر کیا ہے، اسی طرح



حضرت علامہ محمد یوسف بنوری علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”معارف السنن شرح الترمذی“ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک علیہما الرحمہ کی طرف منسوب کراہت کے قول کو صیغہ ترمیض ”نُسب“ کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اخیر میں علامہ قاسم بن قطلوبغا کے رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں : کہ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے حنفی مذہب کے نصوص سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ کے نزدیک یہ روزے مستحب ہیں۔ معارف السنن کی عبارت ملاحظہ کرنے کے لئے پیش خدمت ہے :

نسب الی ابی حنیفة ومالک کراہتہا والی الشافعی واحمد استحبایہا، والنقول التی حکاها المتأخرون من ابن نجیم والکمال وابن الکمال وغیرہم من علمائنا مضطربة ولكن افراد هذا الموضوع المحقق العلامة الحافظ قاسم بن قطلوبغا برسالة خاصة سماها ”تحریر الاقوال فی صوم الست من شوال“ وحقق من نصوص المذهب استحبایہا عند ابی حنیفة وابی یوسف، ثم اختلفوا هل الافضل التفريق او التتابع بعد الاتفاق باداء اصل الفضيلة باى طریق كان من غیر کراہة؟ واختار ابو یوسف التفريق، وراجع للتفصیل ”رد المحتار“۔

(معارف السنن ص ۴۴۳ ج ۵ مکتبہ بنوریہ)

موجودہ عصر کے مشہور محقق و فقیہ ”الدکتور وجہ الزحیلی“ نے اپنی کتاب ”الفقه الاسلامی وادلتہ“ میں اُن روزوں کو جو بالاتفاق بین الائمہ مستحب ہیں گنتے ہوئے نمبر چار میں شوال کے چھ روزوں کو ذکر کیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان

روزوں کے استیجاب پر چاروں مذاہب کے علما متفق ہیں۔ ملاحظہ ہو مذکورہ کتاب کی عبارت : وایام صوم التطوع بالاتفاق مایلی: ۱ ..... ۲ .....

۳ ..... ۷ صوم سنة ایام من شوال ولو متفرقة۔  
(الفقه الاسلامی وادلتہ ص ۵۸۸-۵۸۹)۔

اس تحقیق کے بعد عام لوگوں کے فائدہ کے لئے اس بحث کا خلاصہ پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں!

### خلاصہ

۱: ----- شوال کے چھ روزے مستحب اور باعث ثواب ہیں، رمضان کے ساتھ ساتھ ان مستحب چھ روزوں کی وجہ سے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اس لئے ان کا اہتمام کیا جائے۔

۲: ----- یہ روزے فرض یا واجب نہیں ہیں، اور اگر کوئی نہیں رکھتا تو گناہ گار بھی نہیں ہوگا، البتہ ان روزوں کا مذکورہ ثواب جو حدیث میں بتایا گیا ہے وہ اس کو حاصل نہ ہوگا۔

۳: ----- شوال کا پہلا دن (عید کا دن) چھوڑ کر اس مہینے کے اندر اندر کسی بھی وقت یہ روزے رکھے جاسکتے ہیں، مسلسل یا متفرق دنوں میں رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں جس طرح آسان ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔  
اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تمام مسلمان بھائیوں کو حق بات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کتبہ الحقیق عبد الرؤف الغزنوی عفا اللہ عنہ  
استاذ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی  
وامام وخطیب مدینہ مسجد، گلشن اقبال

۱۰/۱۰/۱۴۱۸ھ

الجواب حق والحق احق ان تتبع

محمد عبد المجید دین پوری

دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

الجواب صحیح واعظم اللہ اجر المجیب

ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی

استاذ حیدریت جامعہ العلوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اصاب المجیب فیما اجاب

واجاد فیما افاد

وفقہ اللہ تعالیٰ لما سجدہ ویرضاه

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

الجواب صحیح

محمد عبد المنان عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۳

۱۷/۱۰/۱۴۱۸ھ

الجواب صحیح

محمد عبد المنان عفی عنہ  
دارالافتاء دارالعلوم کراچی  
۱۷/۱۰/۱۴۱۸ھ

جواب مفتی دارالعلوم کراچی



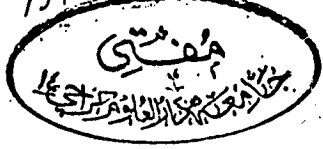
الجواب صحیح واعظم اللہ اجر المجیب

اصاب المجیب فیما اجاب واجاد فیما افاد

وفقہ اللہ تعالیٰ لما سجدہ ویرضاه

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

۱۷-۱۰-۱۴۱۸ھ



ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی  
استاذ حیدریت جامعہ العلوم اسلامیہ  
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

